جماعت کی پوری پالیسی الیکشن کے ذریعے منتخب نمائندوں کے ہاتھوں نفاذِ اسلام اور انتخابی سیاست کی زلفِ گرہ گیر کی اسیر ہوگئی۔ انہوں نے اس حقیقت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا کہ انتخابات کے ذریعے اسمبلی ہال اور پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر چہرے تو ضرور بدل سکتے ہیں، سطحی اور اوپری اصلاح کا کام تو ضرور ہو سکتا ہے، مگر اس دور کا پورا نظام نہیں بدل سکتا۔ اسے ایک سادہ ترین مثال سے سمجھ لیجیے کہ ایک مکان ہے، جس کے متعلق ایک شخص کی رائے یہ ہے کہ مکان تو بالکل صحیح جگہ پر واقع ہے، مگر دیوارں کے بعض حصّوں سے تھوڑا بہت چونا گر گیا ہے، چھت کے پلستر میں تھوڑی سی ٹوٹ پھوٹ واقع ہوئی ہے اور فرش میں کچھ ناہمواری پیدا ہو گئی ہے۔ اب یہ شخص بہت بڑی اور سنگین غلطی کا ارتکاب کرے گا اگر وہ اس معمولی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کی بجائے یک لخت پورا مکان گرا کر اس کی جگہ ایک نیا مکان تعمیر کرے۔ کیونکہ ایسی صورتِ حال میں مکان گرا دینے کی تو قطعاً ضرورت نہیں صرف بگڑے ہوئے نادرست حصّوں کی مرمّت ہی کافی ہوگی۔ اس کے بالکل برعکس ایک دوسرا مکان ہے جو زمین کی پستی پر واقع ہے، جہاں مسلسل بارش کا پانی جمع ہوتا رہتا ہے اور ایک شخص کی رائے یہ ہے کہ مکان بنیادی طور پر ایک بالکل غلط اور ناموزوں مقام پر بن گیا ہے۔ اسے درحقیقت اوپر ڈھلوان پر تعمیر کرنا چاہیئے تھا۔ اب یہ شخص سخت اور فاش غلطی کرے گا اگر وہ اس غلط اور ناموزوں مقام پر بنے ہوئے مکان کی دیواریں بلند کرنے، اس کا پلستر سنوارنے اور چونا لگانے میں اپنا وقت ضائع کرے۔ دراصل اب کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اس پورے مکان کو دھڑام سے گرا کر اس کے ملبے کو یہاں سے اٹھا کر ایک دوسرا اور نیا مکان مطلوبہ ڈھلوان پر تعمیر کیا جائے۔ بالکل اسی طرح ہمارے سامنے اجتماعی زندگی کا ایک نظام باطل ہے۔ اگر اس نظام کے اندر صرف سطحی اور اوپری غلطی اور ناہمواری ہوتی تو ہم انتخابات کے ذریعے نئے چہرے اور نئے ذوق و مزاج رکھنے والے لوگ لا کر اس سطحی (SUPERFICIAL) اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو درست کرتے اور نظام کو جڑ بنیاد سے اکھاڑنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی (جس طرح اوپر والی پہلی مثال میں مکان گرانے کی ضرورت نہیں)، مگر ہمارا تجزیہ (ANALYSIS) یہ ہے اور ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں (اور اس

بات کی وضاحت گذشتہ صفحات میں آچکی ہے) کہ موجودہ نظام باطل صرف سطحی یا اوپری طور پر غلط نہیں بلکہ بنیادی طور پر غلط ہے۔ یہ نظام ظالمانہ، فاسقانہ، غاصبانہ اور قاہرانہ ہے۔ نظام باطل کے اس مکانِ فاسد میں ظاہری چونا گری اور پلستر چڑھانے سے یہ نظام تبدیل نہیں ہوسکتا، بلکہ شاید اور مستحکم ہو جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ باہر سے اس پر تیشہ چلا کر اس کو جڑ بنیاد ہی سے گرا کر منہدم کر دیا جائے۔ اور اس کی بجائے نئی تعمیر عمل میں لائی جائے۔ اس عمل کا نام انقلاب ہے اور یہ کام انتخابی سیاست سے ممکن نہیں۔

موجودہ انتخابی سیاست نے جمہوریت، علم و حکمت اور حرّیت و مساوات کا ڈھول تو بڑے طنطنے سے پیٹا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہاں جس طفلِ شریر کا نام جمہوریت ہے، وہ حرّیت و مساوات کے لغوی مفہوم تک سے ناواقف ہے۔ یہ طریقہ تو اُس وقت سے رائج ہُوا ہے جب سرمایہ داری، جاگیرداری اور آمریّت (DICTATORSHIP) کے شیطان نے دیکھا کہ اب ظلم و بربریت کے ہاتھوں تنگ آکر عوام الناس اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے اپنے سرمایہ دار آقاؤں کے خیموں کی طنابوں پر جھپٹنے لگے ہیں تو حضرتِ انسان (آدم) کی اس خوفناک خود نگری اور خود شناسی کے پیشِ نظر شیطان نے سرمایہ داری، جاگیرداری اور شہنشاہیت کے اس کفر کو اُوپر سے جمہوریت کا ایک خوشنما اور دلفریب لباس پہنا دیا، تاکہ لوگوں کی نگاہیں سرمایہ داروں کے خزانوں اور تجوریوں سے ہٹ کر فریب خوردہ شاہینوں کی طرح کرگسوں کے جُھرمٹ میں رہ کر اس "بُتِ جمہوری" کے ولولہ انگیز قصیدے پڑھتے رہیں۔ اِسی حقیقتِ کبریٰ کا ذکر خود ابلیس کا ایک مشیر ان الفاظ میں کرتا ہے کہ ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہُوا ہے خود شناس و خود نگر
تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر (اقبال)

(جاری ہے)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۱۶)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرۃ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۱۶ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ
وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾
الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ
بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ

مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲:۱۶:۱ اللغة

۲:۱۶:۱ (۱) [یٰٓاَیُّھَا] یہ دراصل تین حروف (کلمات) پر مشتمل ہے یعنی یا + ایّ + ھا سے مرکب ہے۔ ان میں سے "یا" تو حرفِ ندا ہے جو عربی میں کسی کو پکارتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ عموماً "اے" سے کیا جاتا ہے ــــ اور "اَیُّ" ایک مبنی بر ضمہ (یعنی ہمیشہ ضمہ (ـُـ) کے ساتھ ختم ہونے والا) لفظ ہے (یہ استفہام والا "اَیٌّ" نہیں جس کے معنی "کون سا" ہوتے ہیں اور جو معرب ہوتا ہے) اس کا کوئی خاص الگ ترجمہ تو نہیں کیا جاسکتا مگر اسے "تو جو....." یا "وہ جو....." کے مفہوم میں لیا جاسکتا ہے ــــ اور آخری "ھا" ضمیر نہیں بلکہ صرف کلمۂ تنبیہ ہے جو مخاطب کو متوجہ کرنے کے لیے حرفِ ندا کے ساتھ لگتا ہے۔ جیسے ہم پنجابی (اور اردو) میں کسی کو پکارتے وقت اس (منادیٰ) کے نام کے آخری حصے کو ذرا لمبا کرکے بولتے ہیں مثلاً "نعیم" کو پکارتے وقت یا تو "نعی ی ی ی م" کہہ کر یا "نعیمُ و و و..." کی مانند بولتے ہیں۔ عربی میں اس مقصد کے لیے "ھا" منادیٰ سے پہلے استعمال کرتے ہیں۔

● اس طرح ان تینوں حرفوں (یا + ای + ھا) کا الگ معنی تو بنتا ہے: اے تو / وہ جو..... ـ اور یہ ہمیشہ کسی معرف باللام منادیٰ (جسے پکارا جائے) کے شروع میں ایک حرفِ ندا کی مانند لگتے ہیں۔ مثلاً "یاایھا الرجل" کا اصل مفہوم تو بنتا ہے "اے وہ کہ (جو/تو) مرد ہے" مگر محاورے میں اس کا مطلب "اے مرد!" ہی لیا جاتا ہے۔

● اس بات کو یوں سمجھیے کہ حرفِ ندا "یا" کسی معرف باللام منادیٰ کے ساتھ استعمال